© rasailojaraid.com

سیرت و سوانح

مولانا ارشاد الحق اثری ادارہ علوم اثریہ فیصل آباد

حضرت مولانا شمس الحق عظیم آبادی رح

(قسط ۲)

۳ اعلام اهل العصر فی احکام رکعتی الفجر حضرت ڈیانوی رحمہ اللہ نے یہ کتاب ۱۳۰۵ھ سے پہلے تحریر فرمائی جیسا کہ کتاب کے آخر میں حضرت مولانا محمد عبدالرحمٰن صاحب بقا غازی پوری کے مدحیہ قصیدہ سے واضح ہوتا ہے۔ محدث ڈیانوی التعلیق المغنی میں باب لاصلوٰۃ بعد الفجر الا سجدتین کے تحت فرماتے ہیں۔

قد روی هذا الحدیث من طرق اخری ذکرناها کلها فی کتابی اعلام اهل العصر فی احکام رکعتی الفجر فللّٰه الحمد. التعلیق المغنی ص ۲۱۹ ج ۱

یعنی یہ حدیث اور طرق سے بھی مروی ہے جن کا ذکر میں نے اپنی کتاب "اعلام اهل العصر فی احکام رکعتی الفجر" میں کیا ہے۔ لیکن اس سے یہ نتیجہ صحیح نہ ہو گا کہ اعلام اهل العصر۔ التعلیق المغنی سے پہلے لکھی گئی تھی جب کہ ایک جگہ اعلام میں لکھتے ہیں۔

"قد بسطت ترجمته فی التعلیق المغنی" اعلام ص ۲۲۶ طبع ثانی۔ ص ۶۰ طبع اول

کہ میں نے امام دارقطنی کا مفصل ترجمہ التعلیق المغنی میں ذکر کیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اعلام کے کچھ حصص "التعلیق المغنی" سے پہلے لکھے گئے اور کچھ اجزاء اس کے بعد اور مناسب موقع پر ایک کا حوالہ دوسری کتاب میں ذکر کر دیا گیا۔

محدث ڈیانوی کتاب کا سبب تالیف ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

بڑی مدت سے یہ بات کھٹکتی تھی کہ صبح کی سنتوں کے متعلق ایک مکمل و مدلل رسالہ لکھوں جس میں دو مسئلوں کی وضاحت ہو (۱) تکبیر کے وقت سنتوں کا ادا کرنا۔ (۲) فرض نماز کے بعد اور طلوع شمس سے پہلے سنتوں کا ادا کرنا۔ چنانچہ ۱۲۹۳ھ میں اس مسئلہ پر چند اوراق تحریر بھی کیے مگر دوسرے مسئلہ کے متعلق مجھے تردد تھا کیونکہ اس مسئلہ میں مجھے حضرت ابو ہریرہ کی حدیث کے سوا اور کوئی روایت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہیں ملی تھی۔ اور بر بنا قول امام ترمذیؒ وہ بھی منقطع۔ لیکن میں چونکہ اس کے جواز کا قائل تھا لہٰذا اس معاملہ میں بڑا حیران تھا تو یہ دیکھ کر میں نے اپنے قول سے رجوع کر لیا اور اس کے عدم جواز کا یقین ہو گیا۔ لیکن جب میں اپنے بھائی محمد اشرفؒ صاحب کے ساتھ حصولِ علم کے لیے علامہ زماں مولانا بشیر الدین قنوجی رحمہ اللہ کی خدمت میں پہنچا تو ان سے اس کے متعلق استفسار کیا تو انھوں نے فرمایا کہ حضرت قیسؓ کی حدیث ایسے طرق سے بھی مروی ہے جو متصل ہے۔ پھر جب میں وطن واپس لوٹا تو کافی دنوں کے بعد دوبارہ پہلے مسودہ کی تکمیل کا خیال گزرا۔ مگر پہلا مسودہ گم ہو گیا تھا۔ اب جبکہ اللہ جل شانہٗ نے توفیق عطا فرمائی تو یہ بے نظیر کتاب تیار ہو گئی۔ جس میں میں نے مذکورۃ الصدر دونوں مسئلوں پر خوب سیر حاصل بحث کی اور تتبع بسیار سے میرا پہلا شک و ریب جاتا رہا۔ اور اب میں یہی کہتا ہوں کہ جماعت کے بعد صبح کی سنتیں پڑھنا بلا کراہت جائز ہیں۔ اور جو اسے صحیح نہیں سمجھتا وہ بہت بڑے خبط میں مبتلا ہے۔ نیز ان دونوں مسئلوں کے علاوہ آٹھ اہم مسائل کو بھی ذکر کر دیا ہے۔ جن کا اس مسئلہ سے گہرا تعلق ہے۔" (اعلام ص ۳،۴)

محدث ڈیانویؒ کا یہ مکمل بیان اور خصوصاً خط کشیدہ الفاظ اس بات کے غماض ہیں کہ مسائل میں گروہی حد بندیوں سے بالا تر ہو کر غور و فکر کرتے اور جسے حق سمجھتے اس کا برملا اظہار فرماتے اور یہی انداز فکر ان کی تصانیف کا طرۂ امتیاز ہے۔

مولانا ڈیانوی نے کتاب کو دس فصلوں میں تقسیم کیا ہے اور ہر فصل پر محدثانہ فقیہانہ و محققانہ بحث کی ہے۔ اسانید کی تحویل و تعلیل دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قرونِ اولیٰ کا محدثؒ اسانید پر گفتگو کر رہا ہے۔ ان دس فصلوں کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱۔ الفصل الاول: صبح کی سنتوں کی محافظت و نگہداشت اور اس کی فضیلت کے بارہ میں۔

۲۔ الفصل الثانی: سنتوں کی ادائیگی کے وقت، دونوں رکعتوں میں قراءت کے بیان میں کہ قراءۃ لمبی ہونی چاہیے یا کم نیز آواز بلند پڑھا جائے یا آہستہ۔

۳۔ الفصل الثالث: دو رکعتوں کے بعد "اضطجاع" دائیں پہلو پر لیٹنے کے بیان میں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۴۔ الفصل الرابع: دو رکعتوں کے بعد کلام کے جواز کی دلیل اور مانعین کے دلائل کا جواب۔

۵۔ الفصل الخامس: دو رکعتوں کے بعد ماثورہ دعاؤں کی تفصیل۔

۶۔ الفصل السادس: طلوع فجر کے بعد صبح کی دو سنتوں کے علاوہ نوافل پڑھنے کی کراہت کا بیان۔

۷۔ الفصل السابع: تکبیر کے بعد سنتیں پڑھنے کی کراہت کا بیان۔

۸۔ الفصل الثامن: ان اوقات کا بیان جن میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

۹۔ الفصل التاسع: جس نے صبح کی سنتیں فرض نماز سے پہلے نہیں پڑھیں، کیا وہ سورج کے طلوع ہونے سے پہلے سنتیں پڑھ سکتا ہے؟

۱۰۔ الفصل العاشر: سنن ونوافل کی قضا کے بیان میں نیز صبح کی سنتوں کی سورج نکلنے کے بعد قضا کے بیان میں۔

انداز بیان یہ ہے کہ پہلے بالاسناد حدیث ذکر کرتے ہیں پھر فنی اور اصولی نقطہ نظر سے اس پر نقد وتبصرہ فرماتے ہیں۔ کتب احادیث کی اسانید ومتون میں اگر تصحیف وتحریف واقع ہوئی ہو تو اس پر تنبیہ فرماتے ہیں اور اگر مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے تو فریقین کے ادلہ ذکر کرتے ہوئے اپنا ترجیحی فیصلہ دیتے ہیں اور وجوہ ترجیح کو تفصیل سے ذکر کرتے ہیں۔ بلکہ بعض مقامات تو ایسے ہیں جو اجتہادی شان لیے ہوئے ہیں، مثلاً فرماتے ہیں کہ جب صبح کی سنتیں نماز فرض سے پہلے نہ پڑھی جا سکیں تو کیا انھیں طلوع شمس کے بعد پڑھنا اولیٰ ہے یا فرض نماز کے بعد طلوع شمس سے پہلے پڑھنا اولیٰ ہے تو اس کے متعلق فرماتے ہیں کہ

الاولیٰ لمن لم یصل قبلہ ان یصلیھما بعد الفرض قبل الطلوع لان فعلھما قبل الطلوع یکون فی وقت الاداء واذا ما لبعد الطلوع فیکون فی وقت القضاء الخ (اعلام ص ۲۳۷، ۲۳۸)

اولیٰ یہ ہے کہ فرض نماز کے بعد طلوع شمس سے پہلے پڑھنا اولیٰ وافضل ہے کیونکہ طلوع شمس سے پہلے ان کی ادائیگی وقت ادا میں ہوگی اور سورج نکلنے کے بعد ... اگرچہ ... قضا ... کے اوقات نماز فرض

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے آخری وقت تک ممتد ہوتے ہیں۔
اور یہ بات بدیہی ہے کہ طلوع شمس کے بعد فرض بھی قضا ہیں۔ اس لیے اگر سنتوں کی ادائیگی وقت ادا میں ہو تو اولیٰ ہے۔
ساری کتاب اسی طرح کے مختلف علمی اور فنی مباحث سے بھری ہوئی ہے اور آخر میں اصل مسئلہ کے متعلق فیصلہ یہ دیتے ہیں۔

"فرض نماز کے بعد طلوع شمس سے پہلے سنتوں کی ادائیگی ضروری ہے کیونکہ اس کی تاکید میں آیا ہے کہ صبح کی سنتیں دنیا و ما فیہا سے بہتر ہیں اور جو کوئی سنتیں نہیں پڑھتا تا آنکہ سورج نکل آیا تو اسے چاہیے کہ طلوع شمس کے بعد بھی سنتوں کی قضا دے۔ اور جن حضرات نے کہا ہے کہ سنن کی قضا نہیں ان کا قول ضعیف اور مرجوع ہے جس پر کوئی دلیل و برہان نہیں۔ (اعلام ص ۱۵۳)

اس کتاب کی قدر و منزلت کے لیے یہی کافی ہے کہ اس پر ان کے شیخ حضرت میاں نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ نے تقریظ لکھی اور اس کی تحسین کی اور ان کے علاوہ مولانا محمد عبدالرحمان صاحب غازی پوری رحمہ اللہ نے اس پر ایک طویل مدحیہ قصیدہ لکھا جو کتاب کے آخر میں دیا جا سکتا ہے۔ یہ کتاب پہلی بار ۱۳۰۶ھ میں مطبع انصاری دہلی سے بڑے سائز کے ۴۸ صفحات میں شائع ہوئی جس کے ساتھ امام بخاریؒ کی "خلق افعال العباد" اور علامہ ذہبیؒ کی "کتاب العلو" بھی مطبوع ہے۔ اور اس کے بعد "ادارہ علوم اثریہ فیصل آباد" سے راقم عاصم ہی کی تحقیق و تعلیق سے ۱۹۷۵ء میں دوسری بار ۲۰۶ صفحات میں شائع ہوئی۔ مولانا محمد عزیز صاحب نے لکھا ہے اس کا خطی نسخہ خود حضرت مؤلف کے خط سے خدا بخش پٹنہ لائبریری میں محفوظ ہے جو کہ ۸۵ اوراق پر مشتمل ہے (حیات المحدث ص ۲۳) یہاں یہ بات لطیفہ سے خالی نہیں کہ رضا کحالہ نے معجم المؤلفین (ص ۶۸ ج ۹) میں حضور ڈیانوی کی اس کتاب کا ذکر کیا ہے اور آپ کو حنفی المسلک قرار دیا ہے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں:

"محمد بن امیر علی بن حیدر الصدیقی العظیم آبادی الشهیر بشمس الحق الهندی الحنفی ابو الطیب فقیه، من آثاره اعلام اهل العصر فی احکام رکعتی الفجر فرغ منه سنة ۱۲۹۳ھ"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حالانکہ کتاب میں جس مسئلہ سے بحث ہے وہی اس کی تردید کے لیے کافی ہے کہ آپ حنفی المسلک نہیں بلکہ مسلک محدثین کے امین تھے اور اس مسئلہ میں حضرات علمائے احناف نے جس طرح کج روی کا مظاہرہ فرمایا ہے جا بجا اس کی نشان دہی کی ہے بلکہ ایک جگہ انھوں نے اپنے دور کا ایک عجیب واقعہ بھی لکھا ہے جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

مولانا احمد علیؒ سہارنپوری نے صحیح بخاری کے حاشیہ میں حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث "اذا اقیمت الصلاۃ فلا صلاۃ الا المکتوبۃ" کے تحت لکھا ہے کہ میں نے اپنے استاذ حضرت مولانا محمد اسحاقؒ محدث دہلوی سے سنا کہ بیہقی میں اس حدیث کے آخر میں "الا رکعتی الفجر" کے الفاظ بھی ہیں جس پر ہمارے شیخ مولانا نذیر حسینؒ محدث دہلوی نے انھیں ۱۲۹۳ھ میں ایک خط لکھا کہ جناب نے حاشیہ بخاری میں جو یہ لکھا ہے کہ بیہقی کی روایت میں یہ حدیث "اذا اقیمت الصلاۃ فلا صلاۃ الا المکتوبۃ الا رکعتی الفجر" کے الفاظ سے ہے اور عموماً طالب علم آپ پر اعتماد کرتے ہوئے صبح کی سنتیں عین جماعت کی حالت ادا کرتے اور جماعت کے فوت ہو جانے کی پروا نہیں کرتے حالانکہ یہ جملہ استثنائیہ بے اصل ہے اور محققین کے نزدیک مردود و مطرود ہے بالخصوص خود امام بیہقیؒ نے اس کے بے اصل ہونے کی صراحت کی ہے۔ اور شیخ سلام اللہ حنفی نے "المحلی شرح الموطا" میں اور علامہ شوکانیؒ نے نیل الاوطار میں امام بیہقیؒ سے اس کا بے اصل ہونا نقل کیا ہے بلکہ شیخ نورالدین وغیرہ نے اسے موضوعات میں ذکر کیا ہے۔ لہذا آپ کو اس جملہ کے بارہ میں محققین کی رائے کا اظہار کرنا چاہیے اور طلبا کو بتلا دینا چاہیے کہ یہ جملہ بے اصل ہے اور اس کے مطابق عمل جائز نہیں۔ امید ہے آپ اس کے متعلق اپنی رائے سے آگاہ کریں گے۔ (محدث ڈیانوی لکھتے ہیں) مگر مولانا سہارنپوری نے اس کا کوئی جواب نہ دیا بلکہ یہ خط اپنے معاون مولانا عالم علی مراد آبادی کے پاس بھیج دیا تاکہ اس کے جواب میں وہ ان کی اعانت کریں۔ میں اسی سال مراد آباد حضرت مولانا بشیر الدین قنوجی کی خدمت میں تھا۔ ہمیں اس مکتوب کا پتہ چلا۔ تحقیق سے معلوم ہوا کہ واقعی حضرت میاں صاحب کا مکتوب آیا ہے مگر وہ بھی اس کا جواب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہ دے سکے۔ (اعلام ص۱۳۵، ۱۳۶ ملخصا)

یہاں یہ بات فائدہ سے خالی نہیں کہ "اعلام اہل العصر" پر علامہ نیموی وغیرہ علمائے احناف نے جو بعض مقامات پر نقد کیا ہے۔ طبع ثانی کے حاشیہ میں بفضل اللہ تعالیٰ وعونہ ہم نے اس کا جواب دیا ہے البتہ گزشتہ سال جب سندھ حضرت مولانا سید محب اللہ راشدی مدظلہ العالی کی خدمت میں حاضر ہوا تو ان کے نامی کتب خانہ میں "ادھام عن رسالۃ الاعلام" نامی ایک رسالہ نظر سے گزرا جو اردو میں ۴۴ صفحات پر مشتمل ہے اور جس کے مؤلف ہیں مولانا سید ولایت حسین صاحب گیاوی اور مطبوعہ ہے اشاعت العلوم محلہ مفتی سہانپورہ کا۔ جس میں عموماً امام بیہقیؒ پر علمائے احناف کے روایتی غیظ وغضب کا اظہار ہے۔ اس کا یہاں جائزہ بے محل ہوگا اس کے مؤلف کی بے چارگی اور درماندگی کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ عربی رسالہ کا جواب بیچارے اردو میں دیتے ہیں۔ البتہ اس سے ایک فائدہ ضرور ہوا کہ اپنے حلقہ کے ناخواندہ حضرات کو باور کرایا گیا کہ ہم نے "اعلام اہل العصر" کا جواب دے دیا ہے۔ لیکن اہل علم کے ہاں اس کو پذیرائی نصیب نہ ہوئی۔

۵- **القول المحقق فی تحقیق اخصاء البھائم** فارسی میں یہ رسالہ ایک سوال کا جواب ہے کہ جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے انھیں خصی کرنا جائز ہے یا نہیں؟ جس کا جواب محدث ڈیانوی نے بڑے محققانہ انداز میں دیا۔ بلکہ متقدمین اہل علم نے اس سلسلہ میں جو کچھ لکھا۔ ان کی آراء کا خلاصہ بھی اس رسالہ میں ذکر کر دیا۔ اور یہ بات بلا خوف تردید کہی جا سکتی ہے کہ اس سے جامع بحث کسی اور جگہ تلاش کرنا بے سود ہے مولانا کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ سلف سے اس مسئلہ پر اختلاف چلا آرہا ہے۔ ایک جماعت اسے جائز سمجھتی ہے اور دوسری ناجائز۔ اولاً انھوں نے مانعین کے دلائل کو ذکر کرتے ہوئے ان پر نقد کیا ہے پھر قائلین جواز کے ادلہ کو بیان کیا ہے اور اسی کو راجح قرار دیا ہے چنانچہ آخر میں فرماتے ہیں۔

"پس حاصل کلام در بارہ خصی بہائم ایں است کہ غیر ماکول اللحم را اصلاً جائز نیست و ماکول اللحم را خصی نہ کردن اولیٰ و عزیمت و خصی کردن جائز و رخصت است۔"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جانوروں کو خصی کرنے کے متعلق خلاصہ کلام یہ ہے کہ غیر ماکول اللحم کو خصی کرنا بالکل ناجائز ہے اور ماکول اللحم جانور کو خصی نہ کرنا اولیٰ ہے اور عزیمت یہی ہے البتہ خصی کرنا جائز ہے۔

یہ رسالہ ۱۳۰۶ھ میں مطبع انصاری دہلی سے مجموعہ اعلام اہل العصر کے ساتھ مطبوع ہے اور پانچ بڑے صفحات پر مشتمل ہے۔

۶۔ **المکتوب اللطیف الی المحدث الشریف** معلوم یوں ہوتا ہے کہ شیخ الکل حضرت میاں نذیر حسین محدث دہلوی رحمۃ اللہ جب ۱۳۰۰ھ میں حج بیت اللہ کے لیے تشریف لے گئے تو موسم حج پر اطراف و اکناف سے آنے والے اصحاب علم و فضل نے جب آپ سے استفادہ کیا اور خصوصاً حاکم وقت نے رسید عثمان نوری کے دربار میں حضرت میاں صاحب پر عاید کردہ الزامات کا مسکت و مدلل جواب پاکر) جو حفاظت نامہ انھیں حاکم مدینہ کے نام لکھ دیا تھا اس سے دوسرے علماء عموماً اور اہل حجاز خصوصاً بے حد متاثر ہوئے جس سے ان کی عزت و شرف کا دوبالا ہونا ایک قدرتی امر تھا۔ غالباً یہ وجہ تھی کہ ان کے شاگرد رشید حضرت علامہ شمس الحق محدث ڈیانوی جب ۱۳۱۲ھ میں حج بیت اللہ کی زیارت سے مشرف ہوئے تو علماء اہل حجاز نے انھیں مجبور کیا کہ وہ حضرت شیخ الکل سے اجازۃ لے دیں تاکہ انھیں بھی اس سلسلۃ الذہب کی کڑی ہونے کا شرف حاصل ہو سکے۔ چنانچہ اس بات کا ذکر کرتے ہوئے ہمارے ہندی محدث لکھتے ہیں۔

"ان کثیرا من العلماء العاملین لما تشرفنا بزیارتهم غیر مرة فی موسم الحج وجدتهم حراصاً وراغبین الی اسنادکم ویحبون ان یدخلوا فی سلسلتکم ومن الفضلاء اکدوا علی بان اطلب لهم منکم رقعة الاجازة بل امر اکثرهم من کان هو افضل منی واکمل واعلم لاخذ الاجازة منی" (المکتوب ص۱۵)

"المکتوب اللطیف" کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ علمائے حجاز اگرچہ حضرت میاں صاحب دہلوی کی قدر و منزلت کا اعتراف کر چکے تھے مگر مخالفین کے غلط پراپگنڈہ سے قدرے متاثر تھے۔ انہی میں سے ایک بات یہ بھی تھی کہ میاں صاحب کو حضرت حضرت شاہ محمد اسحٰق

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے تلمذ ہے۔ اور ان کا سلسلہ سند صرف اسی واسطہ پر محصور ہے اور اسی بات کا ذکر انھوں نے حضرت محدث ڈیانوی کے پاس کیا تو انھوں نے وضاحت کی حضرت شاہ اسحٰق کے علاوہ مختلف شیوخ وقت سے بھی انھیں شرف تلمذ ہے جب کہ حضرت میاں صاحب کو ان شیوخ وقت سے معاصرت کا بھی شرف ہے جنھوں نے اپنی مرویات کی عام اجازت دی تھی اور وہ یہ ہیں۔ (۱) علامہ عبدالرحمان بن سلیمان مؤلف "النفس الیمانی والروح الریحانی" (۲) مسند دمشق علامہ عبدالرحمٰن الشامی (۳) الشیخ محمد عابد السندھی ثم المدنی (۴) الشیخ عبداللطیف البیروتی الشامی اور حضرت میاں صاحب بوجہ معاصرت ان شیوخ کے اجازہ عام میں شامل ہیں۔ علمائے حجاز نے جب یہ بات سنی تو خاموش ہو گئے اور حضرت میاں صاحب سے اجازہ کی تمنا کی۔ اس تفصیل کے بعد محدث ڈیانوی نے اس اجازہ عامہ پر جو کہ حدیث کے اخذ داء کا ایک طریقہ ہے پر فنی نقطہ نظر سے بحث کی ہے اور یہ کہنا بجا ہے کہ "الاجازة العامة" کے جواز پر یہ مکتوب اصولِ حدیث کی ایک اہم کڑی ہے۔ جس میں انھوں نے نہ صرف اصولِ حدیث کی کتابوں سے اس کے جواز پر حوالے ذکر کیے ہیں بلکہ اکابر علماء و اعیان کے اقوال جن میں "اجازة عامة" کا ثبوت ہے نقل کر دیے ہیں۔ پھر آخر میں حضرت میاں صاحب سے تین سوال کیے ہیں۔ (۱) کیا آپ اجازہ عام کے قائل ہیں (۲) اگر قائل ہیں تو کیا آپ اپنی جمیع مرویات کی اجازت عام بخشیں گے (۳) اگر قائل ہیں تو اپنے ہم عصر علما پر احسان فرمائیں اور اجازہ عام مرحمت فرمائیں جس طرح کہ آپ کو آپ کے معاصر شیوخ سے اجازہ حاصل ہے۔

یہ مکتوب مبارک ۱۵ صفحات پر مشتمل ہے جو کہ پانچ دیگر رسائل کے ساتھ ۱۳۰۴ھ میں مطبعہ انصاری دہلی سے طبع ہوا۔ اور علامہ قاضی ابو اسماعیل یوسف حسین المحمدی نے طبع تاریخ فارسی میں لکھی جو کہ اس مجموعہ رسائل کے آخر (ص ۸۹) میں مطبوع ہے اس مکتوب کا جواب حضرت میاں صاحب نے ۱۳۱۳ھ میں دیا اور علمائے معاصرین کو عموماً اور حضرت ڈیانوی اور شیخ نور احمد ڈیانوی کو خصوصاً اپنی مرویات کی عام اجازت دی یہ جواب بھی "المکتوب اللطیف" کے ساتھ ہی مطبوع ہے۔ حیات المحدث کے مرتب نے لکھا ہے کہ یہ مکتوب حضرت ڈیانوی کے ہاتھ کا لکھا ہوا خدابخش پٹنہ لائبریری میں محفوظ ہے۔

© rasailojaraid.com